بشیر حسین ناظم کی پنجابی نعتیہ شاعری

ڈاکٹر محمد نوید ازہر

Abstract:

Bashir Husain Nazim was a famous and renowned poet of na't. He was bestowed by his contemporary, the title of father of na't (Baba-e-Na't). Nuri Taq is his Panjabi Anthology of na't. This is a collection of beautiful expressions, feelings and verses. Love and reverence of Holy Prophet (PBUH) and his seerat are major topics of this poetry. The book is an scholarly expression of the poet and is rich of poetic ornaments as well as Quranic references. This article explores the characteristics of the great poetry.

جب کسی شاعر کو دُنیا و عقبیٰ میں عزت وعظمت سے نوازنے کا ارادہ کیا جاتا ہے تو اسے نعت کی توفیق ارزانی کی جاتی ہے۔نعت فکر وفن کا بلند ترین شاعرانہ اظہار ہے۔یہ وہ صدا ہے جو زمانوں کو محیط ہو جاتی ہے۔جس ہستی کی مدحت میں خالق کائنات خود رطب اللسان ہو، کوئی بشر اس کی تعریف کا حق کیسے ادا کر سکتا ہے۔نعت کا فن مشکل ان معنوں میں ہے کہ شاعر بڑھے تو حمد ہے اور گھٹے تو شان رسالت میں کمی کا مرتکب ہو کر گناہ گار ٹھہرتا ہے۔البتہ قرآن مجید کے معانی سے آشنائی اس راستے میں مدحت نگار کی رفیق بن جائے تو منزل آسان معلوم ہوتی ہے۔ علامہ بشیر حسین ناظم (۱۹۳۲ء۔۲۰۱۲ء) کو یہ کمال حاصل ہے کہ انہوں نے علم وفن کے برگد کے نیچے بیٹھ کر، عشق رسول ﷺ کی شمع فروزاں کر کے نعت کہی ہے۔ان کا کلام ہمہ رنگ ہے اور استاذانہ حیثیت کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے جذبِ دروں کا آئینہ دار بھی۔ان کے ہاں عشق کی وارفتگی تو ہے لیکن ایسی جس میں قدم ڈگمگاتے نہیں اور ''با محمد ہوشیار'' کا التزام موجود رہتا ہے۔

علامہ بشیر حسین ناظم وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں برپا ہونے والی محافل نعت کے روح و رواں تھے۔ لکھنوی دبستان کے ایک قابل قدر استاد شاعر امام بخش ناسخ کی طرح انھوں نے اصلاح زبان یا کم از کم اصلاح

تلفظ کی ایک تحریک چلا رکھی تھی، جس کے تحت غلط تلفظ بولنے یا باندھنے والے شاعر پر فوراً گرفت کی جاتی۔ وہ نعت کے بنیادی مآخذ و مراجع، قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کے ساتھ ساتھ اساتذۂ فن کے کلام کی طرف بھی لوگوں کو متوجہ کرتے رہے۔ چناں چہ نعت میں رواج پا جانے والے دسوں غلط العام الفاظ کی درستی کا سہرہ ان کے سر ہے۔ ہر مشاعرے میں بطورِ صدرِ مجلس اپنا کلام پیش کرنے سے پہلے وہ ایسی چند اغلاط پر بالتفصیل گفتگو کیا کرتے، الفاظ کے معانی اور تلفظ کی وضاحت کرتے، یہاں تک کہ ان کے مادہ ہاے اشتقاق پر بھی روشنی ڈالتے۔ ممکن ہے یہ اصلاح کچھ حضرات کو ناگوار گذرتی ہو، تاہم ان کی ''محفلِ حمد و نعت'' میں لکھا جانے والا کلام آہستہ آہستہ ان اغلاط سے مبرا ہوتا چلا گیا۔ قرآن مجید کے گہرے مطالعے کی بنیاد پر وہ پہلی دلیل قرآنِ مجید ہی سے پیش کرتے تھے۔ دوزخ یا جہنم کو مذکر باندھنا ان کے نزدیک گناہِ کبیرہ تھا کیونکہ قرآن مجید میں ہٰذِہٖ جَہَنَّمُ الَّتِی کے الفاظ میں الَّتِی کے اسم موصول سے جہنم کو مونث قرار دیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے لیے عظیم تر کا صیغہ استعمال کرنا بھی ان کے نزدیک گستاخی پر محمول ہوتا تھا، کیونکہ زبانِ عجم میں اس سے اعلیٰ درجہ یعنی افعل التفضیل کا صیغہ ''عظیم ترین'' موجود ہے۔ مُواجَہَہ کا غلط تلفظ، رحمۃ للعالمین کا غلط املا، قرآنی آیات کی تلمیحات اور اقتباسات کا اغلاط سے پُر استعمال ان کی ناراضی اور عتاب کا موجب ہوا کرتا تھا۔ وہ حمد، نعت اور منقبت کے مضامین کو گڈمڈ کر دینے والے شاعروں پر خوب برستے تھے اور اس معاملے میں نہایت حساس واقع ہوے تھے۔ ان کی وفات کے ساتھ وہ علمی وجاہت اور ثقاہت خاموش وادیوں میں اُتر گئی ہے جو پرانے بزرگوں کی شخصیت کا لازمی جز ہوا کرتی تھی۔

حضرتِ ناظم کا پنجابی نعتیہ دیوان ''نوری طاق'' ان کے فکر و فن کا خوبصورت اظہار ہے، جو ان کی وفات کے بعد منظرِ عام پر آ رہا ہے۔ یہ ان کی عمر بھر کی ریاضت کا ثمر ہے۔ اس میں انھوں نے ان تمام معیارات کو ملحوظ رکھا ہے جو تنقیدِ نعت کے حوالے سے انھوں نے قائم کیے تھے۔ ''نوری طاق'' میں شامل دو نعتوں کے سوا، جو نظم کی ہیئت میں ہیں، تمام نعتیں غزل کی ہیئت میں کہی گئی ہیں اور حروفِ تہجی کے اعتبار سے ان کے بہ صورتِ دیوان ہونے کا التزام کیا گیا ہے۔ بعض حروف پر ایک سے زیادہ نعتیں بھی موجود ہیں، جو صنفِ نعت اور ذاتِ رسالت مآب ﷺ سے شاعر کی لازوال وابستگی اور پیوستگی کی دلیل ہے۔ علامہ بشیر حسین ناظم نے نعت کا آغاز نعت خوانی سے کیا اور قصبہ شرق پور کے پاکیزہ ماحول کو اپنی آواز سے گدگداتے رہے۔ ان کے فکر و فن میں ان کے مرشد حضرت میاں غلام اللہ ثانیؒ سمیت ان کے جید اساتذہ کی تربیت اور دُعاؤں کا اثر بھی موجود رہا۔ اس کی تفصیل راقم الحروف کے مقالہ: ''ایوانِ نعت کی قندیلِ فروزاں ــــــ علامہ بشیر حسین ناظم''۷؎ میں بیان ہو چکی ہے۔ ان کا بچپن اہل اللہ کی صحبت میں گذرا جبکہ بڑھاپا بادشاہانِ وقت کی رفاقت میں۔ یہ بشیر حسین ناظم کا اعزاز ہے کہ ان کے ذریعے نعت کی آواز، قصرِ صدارت اور قصرِ وزارت میں پہنچی، حتیٰ کہ سرکاری تقریبات کا حصہ بن گئی۔ انھیں خود بھی اس بات کا احساس تھا کہ قسّامِ ازل نے روزِ ازل ہی انھیں مدحتِ سرکارِ دو عالم ﷺ پر مامور کر دیا تھا۔ اپنی ایک اُردو نعت میں انھوں نے اس بات کا برملا اظہار کیا ہے:

مرغِ جاں دامِ وِلائے شہِ کونین میں ہے
ہے تو نخچیر مگر دیکھیے کس چین میں ہے
ان کے مداحوں میں مجھ ایسے خطاکار کا نام
لوحِ محفوظ پہ لکھا ہوا قوسین میں ہے

بندۂ مومن کو محبتِ رسول ﷺ کا خزانہ بخش کر قلبِ مومن کو عرشِ الٰہی کا ہم پایہ بنا دیا گیا ہے۔ محبتِ رسول ﷺ نہ صرف ایمان کی علامت ہے بلکہ قربِ الٰہی کی ضمانت بھی۔ یہی ایمان اور نفاق میں وجہِ امتیاز ہے۔ یہی سنگ ریزوں کو موم کرتی اور سنگ دلوں کو رقیق القلب بناتی ہے۔ ایمان کو محبت رسول ﷺ سے مشروط کر کے حق تعالیٰ نے بندۂ مومن کی ترجیحات کو خود ہی مرتب فرما دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۤؤُكُمْ وَاَبْنَاۤؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ ۝ ۳؎

ترجمہ: ''اے حبیب ﷺ! آپ فرمایئے اگر ہیں تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ کاروبار اندیشہ کرتے ہو جس کے مندے کا اور وہ مکانات جنھیں تم پسند کرتے ہو، زیادہ پیارے ہیں تمھیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اُس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو، یہاں تک کہ لے آئے اللہ تعالیٰ اپنا حکم (عذاب)، اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو نافرمان ہے۔''

خالقِ کائنات نے انسانی فطرت کے تقاضوں اور خونی رشتوں کو نظر انداز کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ محبتِ رسول ﷺ کو ان پر غالب رکھنے کا حکم دیا ہے، تا کہ بندۂ مومن ثمرِ ایمان کی حلاوت اور شیرینی سے صحیح معنوں میں لذت یاب ہو سکے۔ بشیر حسین ناظم کا نعتیہ کلام دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ انھیں محبوبِ خُدا ﷺ سے، محض صاحبِ دیوان بننے کے لیے محبت نہیں بلکہ اپنی عاقبت سنوارنے اور حکمِ ربی پر تعمیل کرنے کے لیے محبت ہے۔ وہ عشقِ رسول ﷺ کو اپنی قبر کا توشہ خیال کرتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔ ان اشعار میں عشق کی شدت بھی ہے اور ہجر کی کسک بھی:

مہکاے گا لحد نوں قیامت دی کندھ تیک
دل وچ نبیؐ دا عشق اے مہکار دی طرح

میتوں وی اک جام اپنے عشق دا بخشو حضورؐ
بختاں والے پی گئے نیں بھر کے مٹکے تے بیام

تنہائی وچ بہہ کے تیریاں یاداں سینے لاواں
ہجر فراقت اکلاپے دے پاٹے گلمے سیواں

سکیاں مانن موج ترنجن رات دنے
میں پئی کھاواں جھیٹھی درد ملوکاں نوں

محبت رسول ﷺ کی دلیل اتباع سنت ہے۔ محبت کرنے والے جب محبت میں پختہ ہو جاتے ہیں تو محبوب کی ہر ادا کو اپنی زندگی میں جذب کر لیتے ہیں۔ جس طرح سورج نکلتا ہے تو دھوپ ظاہر ہوتی ہے، بادل اٹھتا ہے تو بارش برستی ہے، پھول کھلتا ہے تو خوشبو بکھرتی ہے: اسی طرح محبت دل میں قرار پکڑ لیتی ہے تو اعضاء و جوارح سے مترشح ہوتی ہے۔ کسی عربی شاعر نے کہا ہے:

لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقاً لَا طَعْتَہٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطِیْعٌ

ترجمہ: اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تُو ان کی اطاعت کرتا کیوں کہ محب اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے۔

جس طرح محبت رسول ایمان کی شرط اولین ہے، اسی طرح عمل صالح اور کثرتِ عبادت کامل ایمان کا ثمر۔ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ اصحاب صُفہ میں سے تھے اور حضور ﷺ کے خادمِ خاص۔ آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی لاتے اور خدمت بجا لانے کے لیے رات بھی آپ ﷺ کے پاس بسر کرتے۔ ایک روز پیکر رحمت کا دریائے کرم جوش میں آیا۔ فرمایا: ''مانگ کیا مانگتا ہے؟'' حضرت ربیعہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ سے میں جنت میں آپ کی رفاقت طلب کرتا ہوں۔'' فرمایا: ''اس کے علاوہ بھی کچھ مانگتے ہو؟'' عرض کیا: ''بس یہی کافی ہے۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فَاَعِنِّی عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ۔ کثرتِ سجود کا التزام کر کے میری مدد کرو۔ (یوں خود کو اِس مرتبے کا اہل بنا لو)۔[۲۲]

علامہ بشیر حسین ناظم کے کلام میں شب بیداری، عبادت و ریاضت اور یادِ الٰہی کے مضامین بکثرت پائے جاتے ہیں۔ چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

فیر کریں چنگیائی دے توں ڈھوے وچ امام
پہلاں عمل کما کے سوہنے چنگیاں ورگا جاپ

تقوے باجھوں ہتھ نہ آوے عزت، آدر، شان
اُنج نبی دے دین دے اندر کھیں کوئی شودر، ویش

سوہنے پاک نبی دا اسوہ ناظم دی وڈیائی
مکیں تے اس توں ووھ جانا سی ڈھوراں، داماں وڈاں

نیم شب کی عبادت کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ہیرے ورگے پیڈے اوگن اتھرو دیون گھول
غم دے ہیرے اکھ دے کاسے اڈھی رات بھیوں

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا احسانِ عظیم نعت کا بہت اہم موضوع ہے۔ انسانیت زار و زبوں تھی۔ اخلاقیات کا جنازہ نکل چکا تھا۔ خیر و شر میں تمیز ختم ہو چکی تھی۔ فاران کی چوٹیوں سے نبوت کا نیرِ اعظم طلوع ہوا تو تہذیب و تمدن کو زندگی نصیب ہوئی۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے: ''اور اللہ کا احسان اپنے اُوپر یاد کرو، جب تم میں دشمنی تھی اس نے تمھارے دلوں میں ملاپ کر دیا، تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے، اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے (دولتِ ایمان عطا کر کے) تمھیں اس سے بچا لیا۔''[۵] لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا ۔[۶] میں اسی کو احسان قرار دیا گیا اور قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا[۷] میں اسی کو فرحت و انبساط کا سامان قرار دیا گیا۔ حضرتِ ناظم اس نعمتِ عظمیٰ کا ذکرِ جمیل یوں کرتے ہیں:

اوہدے نوروں روشن سارے روشنیاں دے طاق
اوہدے دم تھیں مہکے ٹہکے پھلاں دی بو باس
اوہدا اونا دُنیا لئی اے اَن مَلّی سوغات
اوہدے آیاں رحم کرم دی دل نوں لگی چاس
اوہدے آیاں مملوکاں نوں مل گئی آدر خاص
اوہدے آیاں اُچ رکھیا بیبے دا وی پاس
کفر دی رانی چھلائی تے فسق نوں پے گئی پیڑ
وَیر، کرودھ، کپٹ دا ہویا اُکا ستیاناس

مدینہ طیبہ کی تعریف و توصیف ناظم کا ایک مستقل موضوع ہے۔ کسی زمانے میں ریڈیو سے نشر ہونے والی ان کی اس نعت کو بہت پذیرائی ملی:

مدینہ نورِ نظر کے سوا کچھ اور نہیں

مدینہ طیبہ دیارِ محبوب ہونے کی وجہ سے اہلِ محبت کے لیے عقیدتوں کا مرکز ہے۔ یہی تعلق محبت تھا جس کی بدولت خالقِ کائنات نے شہرِ مکہ کی قسم کھائی اور فرمایا:

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝[۸]

ترجمہ: ''میں قسم کھاتا ہوں اس شہر مکہ کی۔ درآں حالیکہ آپ اس شہر میں اقامت گزیں ہیں۔''

جب حضورِ پُرنور، شافعِ یوم النشور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو یہ شرفِ اقامت مدینہ

طیبہ کو حاصل ہو گیا۔ جب آپ ﷺ کے تنفس کی خوشبو اس شہر کی فضا میں بکھری تو اُسے یثرب سے طیبہ بنا دیا۔ حدیثِ مبارکہ: وَغُبَارُہَا شِفَاءٌ لِّکُلِّ دَاءٍ[۹] کے تحت اس شہر کے گرد و غبار میں جملہ امراضِ روحانی و جسمانی کی شفا رکھ دی گئی ہے۔ صحاح ستہ میں کتاب الحج کے ذیل میں فضائل مدینہ پر ابواب قائم کیے گئے ہیں۔ صحیح بخاری میں آپ ﷺ کی یہ دُعا منقول ہے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَةِ ضِعْفَیْ مَا جَعَلْتَ بِمَکَّةَ مِنَ الْبَرَکَةِ.

''اے ربّ العالمین! مدینہ میں مکہ کی نسبت دوگنی، چوگنی برکت نازل فرما۔''[۱۰]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور سرکارِ ابدِ قرار نے مدینہ طیبہ کو حرم کا درجہ بخشا۔ مدینہ محبت کا استعارہ ہے، امن و سلامتی کا گہوارہ ہے۔ غم و آلام کی چکی میں پسنے والے دکھی انسان کے لیے راحت و اطمینان کی آماج گاہ ہے۔ وہاں سب سے بڑھ کر یہ تسلی دل کو تقویت دیتی ہے کہ اگر مجھے کوئی غم لاحق ہوا تو میں آپ ﷺ کے دربارِ گوہر بار میں حاضر ہو کر اس کا علاج طلب کر لوں گا۔ بشیر حسین ناظم کی خوش قسمتی تھی کہ وہ وزارت مذہبی امور کی طرف سے بارہ برس تک متواتر مدینہ طیبہ میں تعینات رہے۔ اس دوران میں ان کی نشست و برخاست اس دفتر میں تھی جس کی کھڑکی سے گنبدِ خضر نظر آتا تھا۔ یوں اس شہرِ محبوب کی محبت ان کے رگ و ریشہ میں سما گئی۔ جب وہ محبت کی آنکھ سے سبز گنبد کی طرف دیکھتے تو وہ انھیں وصلِ محبوب کی بدولت شادکام اور تر و تازہ دکھائی دیتا، جبکہ بیت اللہ الشریف فراقِ محبوب میں سیاہ پوش نظر آتا۔ ناظم کا شعر ملاحظہ فرمائیں جو حسنِ تعلیل کی خوبی سے مملو ہے:

مکہ چھڈ مدینے وچ سرکار سی وسوں کرنی
ربّ دے گھر نے کالا چولا پا لیا ایسے گلے

دُنیا میں عاشق صادق کے لیے مدینہ ہی جنت ہے کیوں کہ یہ محبوب کی جلوہ گاہ ہے۔ یہی وہ شہر ہے جس کی فضیلت میں سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر حالتِ ایمان میں کسی شخص کو اس شہر میں موت آئی تو اس کی بخشش کا ضامن میں ہوں۔''[۱۱] مولانا حسن رضا بریلویؒ اپنی ایک نعت میں کہتے ہیں:

جنت بھی لینے آئے تو چھوڑیں نہ یہ گلی
منہ پھیر بیٹھیں ہم تری دیوار کی طرف[۱۲]

حضرتِ ناظم کے کلام میں سے اس مضمون کے اشعار ملاحظہ فرمائیں:

جنت دی اے جان مدینہ کل عالم دی رونق
سدھا جنت جاندا جہڑا وچ مدینے مردا

انوار نظر آون ہر سمت مدینے وچ
جنت دے نظارے نیں رحمت دے خزینے وچ

طیبہ نوں خلداں، اِرماں، جناناں دی شان آکھ
شہراں تے ملکاں، ویہاں، دیاراں دی شان آکھ

طیبہ دے مناظر دی ادا خاص، فضا خاص
کر دیندے نیں بیمار دی اوکھد دی دوا خاص

درود شریف علامہ بشیر حسین ناظم کی زندگی کا ایک اہم وظیفہ تھا۔ انھوں نے زندگی میں چار کروڑ سے زیادہ تعداد میں درود شریف کا نذرانہ بارگاہِ رسالت میں پیش کیا۔ ان کی نعت سراسر درود پاک کی عطا ہے۔ وہ اکثر کہا کرتے کہ میں درود پڑھتا جاتا ہوں اور نعت کے راستے مجھ پر ہموار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کثرت سے درود پڑھنے والے پر ایک مقام آتا ہے جب اس کی ہر ورید اور شریان سے ذکرِ رسول کے نغمے پھوٹنے لگتے ہیں۔ پھر درود انسان کے دکھ درد کا مداوا بن جاتا ہے اور کفارۂ سیئات ہونے کے ساتھ ساتھ دنیوی اور اخروی معاملات میں بھی کفایت کرتا ہے۔ جامع ترمذی کے مطابق حضرت اُبی بن کعبؓ راوی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں، آپ فرمائیں کہ اس کے لیے روزانہ کتنا وقت مقرر کر لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جتنا تم چاہو''۔ میں نے عرض کیا: ''چوتھائی وقت؟'' آپ نے فرمایا: ''جتنا تم چاہو، لیکن اگر زیادہ کر لو تو تمھارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کیا ''نصف وقت''؟ فرمایا: ''جیسے تم چاہو، البتہ زیادہ کر لو تو تمھارے لیے بہتر ہے۔'' چناں چہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ''میں فرائض سے عہدہ برآ ہونے کے بعد سارا وقت آپ پر درود ہی نہ بھیجا کروں''؟ آپ نے فرمایا: ''اگر ایسا کرو گے تو سب غموں سے آزاد ہو جاؤ گے، تمھارے سب مسائل حل ہو جائیں گے اور تمھارے سب گناہ محو کر دیے جائیں گے۔''[۲۳] بشیر حسین ناظم کے کلام سے درود شریف کے بارے میں اشعار دیکھیں:

ورد درود دا کردا رہو
مک جاے گی غم دی رات

چلے درود پڑھدی ہوئی ذوق شوق نال
اک اک مری شرید تے اک اک مری ورید

ربّ دا ذکر مسخر کردا خیبر ہر مشکل دا
نام آقا دا جس دم لیئے ٹٹّن غم دے جندر

پاک نبی تے جہڑا بندہ پڑھے درود سلام
اس بندے نوں کوئی مشکل کدی نہ آوے پیش

قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِنْ رَّبِّکُمْ[۲۴] کے ارشاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ لبیب ﷺ کو جامع المعجزات قرار دیا ہے۔ نعتیہ ادب میں معجزاتِ رسول ﷺ کا ذکر ایک مستقل روایت رہا ہے۔ قاضی محمد عیاض مالکیؒ نے معجزاتِ رسول ﷺ کے موضوع پر اپنی کتاب ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ'' میں سیر حاصل تفصیل مہیا کی ہے۔ لمسِ اطہر سے سنگ ریزوں کا کلمہ پڑھنا، لعابِ دہن کی تاثیر سے کھارے کنوئیں کا میٹھا ہو جانا، دستِ اقدس کی

برکت سے پیالہ بھر پانی کا پورے قافلے کے لیے کافی ہو جانا، حتیٰ کہ سیکڑوں اصحاب کا اس سے غسل کرنا، جانوروں کو پلانا اور مشکیزے بھر لینا؛ درختوں کا سلام پیش کرنا، شجر وحجر کا سجدہ ریز ہونا، سورج کا پلٹ آنا، چاند کا دوٹکڑے ہو جانا نعت نگاروں کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ امام شرف الدین بوصیریؒ بارگاہِ رسالت ﷺ میں قصیدہ بردہ پیش کرتے ہوئے جب اس شعر پر پہنچے تو رسول کریم ﷺ نے فرطِ محبت سے آپ کے مفلوج بدن پر ہاتھ پھیرا اور آپ کو شفا یاب کر دیا:

كَمْ اَبْرَاَتْ وَصِبًا بِا للَّمْسِ رَاحَتُهٗ
وَ اَطْلَقَتْ اَرِبًا مِّنْ رِبْقَةِ اللَّمَمِ ۱۵

ترجمہ: ''آپؐ کے دستِ اقدس نے بارہا مریضوں کو چھو کر اچھا کر دیا اور دیوانوں کو قیدِ جنوں سے رہا کیا۔''

بشیر حسین ناظم نے بھی اسی روایت کے پیشِ نظر اپنے نعتیہ کلام میں معجزاتِ رسول ﷺ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چند اشعار دیکھیے:

اوہدے ہتھ دی مٹھی اندر سَتے ساگر بند
اوہدے ورگا کر نئیں سکدا کوئی شہ وی دان

کھارے کھوہ چا مٹھے کیتے نال لعاب مبارک
خاک شفا تھیں چنگے ہوئے کوڑھاں کھاجاں والے

سرکار نے کیتی سی عطا کعبؓ نوں چادر
ملیا سی بُصیریؒ نوں قصیدے دا صلہ خاص

شاعری شاعر کے علم، ذوق، نقطۂ نظر اور قلبی واردات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ علامہ بشیر حسین ناظم کی خلوتیں چوں کہ قرآن و حدیث کے مطالعے سے آباد تھیں اس لیے ان کے ہاں قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ کی تلمیحات بھی پائی جاتی ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

آیتِ قرآنی: مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔۱۶

ترجمہ: جو کچھ تمھیں رسولؐ عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

جو دیوے سوہنا جھولی پا، جو منع کرے اوہ مار وِنجا
بس عشق نشانی اے منا فرمان مدینے والے دا

آیت قرآنی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۰ ۱۷

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو اور چلّا کر ان
کے حضور بات نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمھارے عمل
اکارت نہ ہو جائیں اور تمھیں خبر نہ ہو۔''

اوہدی واج توں اُچّی اپنی واج کرو نہ اُکا
کر بہندے نیں عمل اکارت اجیاں واجاں والے

آیت قرآنی: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ ۱۸

ترجمہ: ''(اے محبوب! یاد کرو جب تمھارے ربّ نے عہد لیا اولادِ آدم سے) کیا میں تمھارا
ربّ نہیں؟ سب بولے کیوں نہیں۔ہم گواہ ہوے۔''

جہڑا وعدہ روز الستوں کیتا روحاں رل کے
بُھلیاں نوں اوہ قول بلیٰ دا یاد کراون آیا

آلِ یاسرؓ پر قبولِ اسلام کے جرم میں کفار کی جانب سے توڑے جانے والے ظلم تاریخ کا حصہ ہیں۔حضور اکرم ﷺ نے ان اصحابِ عزیمت واستقامت کو ظلم وستم سے دوچار دیکھا تو آبدیدہ ہو کر فرمایا: اِصْبِرُوْا یَا آلَ یَاسِرَ اِنَّ مَوْعِدُكُمُ الْجَنَّه. (اے آلِ یاسر! صبر سے کام لو بے شک تمھارا ٹھکانہ جنت ہے۔) فتح مکہ کے موقع پر خون کے پیاسوں کے لیے عام معافی کا اعلان کرتے ہوے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاء. (جاؤ! آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔تم سب آزاد ہو۔) درج ذیل دو شعروں میں یہ تلمیحات ملاحظہ فرمائیں:

کعب جاندے نیں عرشی فرشی سُن سُن کے
گلّاں باتاں یاسرؓ دی تعذیب دیاں
ٹُریاں پھِریاں وچ مدینے دے ناظم
گلیں پیّاں واجاں لا تَثْرِیْب دیاں

سرکارِ دو عالم ﷺ کے زمانے میں طائف کا چمڑا بطورِ خاص مشہور تھا۔آپ ﷺ کے نعلین مبارک طائف کے بنے ہوے تھے۔اپنے عہد کے متبحر عالم اور کامل عارف مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے عشق کی وارفتگی میں اس بات سے عجیب نکتہ نکالا۔فرماتے ہیں:

ادیم طائفی نعلینِ پا کن
شراک از رشتہ ھای جانِ ما کن ۱۹

ترجمہ: ''طائف کے چمڑے کے نعلین پاک زیبِ قدم فرمایئے لیکن ان میں ہماری جانوں
کے تسمے استعمال کیجیے۔''

بشیر حسین ناظم اس مضمون کو اپنے ایک شعر میں یوں ادا کرتے ہیں:

تیرے جوتیاں دے وچ اپنی جان دے تسمے پا کے
جی کردا اے ساری عمراں تیرے پیریں ہنڈاں

حضرتِ ناظم کا کلام زبان و بیان کے اعتبار سے نہایت عمدہ ہے۔ دیگر فنی محاسن کے ساتھ ساتھ جا بجا اہلِ زبان کے روزمرہ اور محاورہ کا استعمال کلام کی زیبائی اور رعنائی میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ اکثر نعتوں میں زبان کے تیور دیدنی ہیں۔ چند اشعار دیکھیے:

بعضے بندے کم کبدھے کر کر کے
چاہڑن ایویں اپنے آپ دھنگاڑے دوزخ

آقا اگے جھولی اڈ
دُنیا اگے منہ نہ ٹڈ
دل دے تونبے نوں گرما
چھنڈ دے یار وجانی ڈھڈ

لورے لیندا رہناں دل وچ اوہدا نقش پکا
لوکاں بھانے دور مدینہ میتھوں نہیں بے دور

پاپاں نے چکیاں اُتاں سن، ربّ رکھیاں ساڈیاں پتاں سن
بخشش دا سانوں رج ملیا سامان مدینے والے توں

''نوری طاق'' ایک ایسا روحانی صحیفہ ہے جس کے مطالعے سے ایک طرف رسول کریم ﷺ کے مکارمِ اخلاق کے اعلیٰ نمونے نظر میں پھرنے لگتے ہیں اور دوسری طرف ان محاسنِ اخلاق سے اپنی شخصیت کو منور کرنے کا شوق بھی پیدا ہوتا ہے۔ اِدھر بارگاہِ رسالت میں حاضری کی تمنا کے مختلف انداز معلوم ہوتے ہیں اور اُدھر مواجہ شریف کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کے آداب سے واقفیت ہوتی ہے۔ ایک طرف عملِ صالح کی ترغیب سے نفس امارہ پر غلبہ پانے کا احساس اُجاگر ہوتا ہے تو دوسری طرف اپنی عصیاں شعاری پر ندامت کا احساس پیدا کر کے شافعِ محشر ﷺ کے دربار میں معافی کا خواستگار ہونے کی توفیق ملتی ہے۔ ناظم کی نعت ہجر کی آگ میں سلگنا بھی سکھاتی ہے اور دہلیزِ مصطفےٰ ﷺ پر پروانہ وار فدا ہو جانا بھی۔ اس میں استغاثہ بھی ہے اور التجا بھی۔ ''نوری طاق'' بشیر حسین ناظم کی علمی شخصیت کی عکاس ہے اس میں روایت کے تتبع کے باوجود جدت اور ندرت پائی جاتی ہے۔ قرآنی تلمیحات کے استعمال اور تاریخی حوالوں نے اس میں عالمانہ شکوہ پیدا کر دیا ہے۔ اسلوب کے حوالے سے یہ مجموعہ نعت سادگی اور سلاست سے مزین ہے۔ کلام کی روانی آورد سے زیادہ آمد کا پتا دیتی ہے۔ بیشتر نعتوں میں ایسا والہانہ پن ہے کہ پڑھنے والے کو بے خود کر دیتا ہے۔

حواشی:

۱۔ یٰسین ۳۶: ۶۳
۲۔ محمد نوید ازہر، ایوان نعت کی قندیل فروزاں ۔ علامہ بشیر حسین ناظم، ماہنامہ ضیائے حرم اسلام آباد، اگست ۲۰۱۲ء صفحات ۵۹ تا ۶۷
۳۔ التوبہ ۹: ۲۴
۴۔ الامام ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری، الصحیح المسلم، المیزان الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور، الجلد الاوّل، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، ۱۴۲۵ھ، ص: ۱۹۳
۵۔ آل عمران ۳: ۱۰۳
۶۔ آل عمران ۳: ۱۶۴، ترجمہ: البتہ تحقیق اللہ نے احسان کیا مومنوں پر کہ ان میں سے رسول مبعوث فرمایا۔
۷۔ یونس ۱۰: ۵۸، ترجمہ: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اس کی رحمت اور اس پر چاہیے کہ خوشی کریں اور وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔
۸۔ البلد ۹۰: ۱۔۲
۹۔ بحوالہ: عبدالحق محدث دہلویؒ، شیخ، جذبُ القلوبِ الیٰ دیارِ المحبوب (اُردو)، مترجم سید حکیم عرفان علی بیگ بھیت، مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی، س ن، ص: ۲۲
۱۰۔ الامام ابی عبد اللّٰہ محمد بن اسماعیل ابن ابراھیم، صحیح البخاری، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، الجزء الاوّل، کتاب فضائل المدینہ، حدیث ۱۸۸۵، ص: ۴۶۳

حدیث میں موجود دعا (اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَىْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ) میں ضِعْفَی کا لفظ آیا ہے جو ضعف کی تثنیہ ہے۔ ضعف کا مطلب "دگنا" ہے چناں چہ ضعفی (ضعفین) کا مطلب ہے: چار گنا۔ یہ دین و دُنیا کی تمام برکات کو محیط ہے۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

زرقانی مالکی، علامہ محمد بن عبدالباقی، شرح مواہب اللدنیہ، دارالمعرفہ بیروت، ج ۸، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ، ص: ۳۲۶

۱۱۔ حدیث کے الفاظ یوں ہیں: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَفْعَلْ فَاِنِّ اُشْهِدُ لِمَنْ مَاتَ بِهَا. (ابی عبد اللّٰہ محمد بن یزید القزوینی، الامام المحدث، سنن ابن ماجہ، تحقیق: محمود محمد محمود حسن نصار، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، الجزء الثالث، کتاب المناسک، باب فضل المدینہ، حدیث ۳۱۱۲، ص: ۵۲۴)
۱۲۔ حسن رضا بریلوی، مولانا، ذوقِ نعت، مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی، س ن، ص: ۷۷
۱۳۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، سنن الترمذی، دارالفکر بیروت لبنان، الجزء الرابع، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ما جاء فی صفۃ اَوَانی الحوض، حدیث ۲۴۶۵، ص: ۲۰۷، قال ابو عیسیٰ ھٰذا حدیثٌ حسنٌ صحیح

۱۴۔ النساء۴: ۱۷۴،ترجمہ: تحقیق تمھارے پاس تمھارے ربّ کی طرف سے ایک روشن دلیل آئی۔

۱۵۔ البوصیری، امام شرف الدین، ابو عبداللہ محمد بن سعید، قصیدہ میمیہ المعروف قصیدہ بردہ مشمولہ: **دیوان امام بوصیری**، مترجم: علامہ حافظ محمد ذکاء اللہ سعیدی ما لک کارزشو روم جہلم،۲۰۱۳ء،ص: ۲۴۳

۱۶۔ الحشر ۵۹: ۷

۱۷۔ الحجرات ۴۹: ۲

۱۸۔ الاعراف ۷: ۱۷۲

۱۹۔ جامی،مولانا عبدالرحمٰن، **چاپ سنگی**، پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور،اندراج نمبر Pi VI/59،ص: ۱۲